

ڈاکٹر ایم۔ اجمل فاروقی، انڈیا

نیورلڈ آرڈر — امن کی پیامبری یا ہتھیاروں کی سوداگری

کسی بھی دور کے انسانی معاشرہ یا تہذیب کی ترجیحات کیا ہیں؟ وہ کن قدروں کو عزیز رکھتی ہیں؟ وہ کن اہم مقاصد کے حصول کو اپنا مقصد وجود بنانا چاہتی ہیں؟ یہ ان کے اعلانات عزائم اور ترجیحات سے ظاہر ہوتا ہے۔ دنیا کے آٹھ بڑے ممالک نے ابھی حال ہی میں فرانس میں منعقدہ کانفرنس کے اختتام پر اعلان جاری کر کے پانی کی فراہمی، دہشت گردی، جمہوریت اور بقاء باہمی کا ایجنڈہ اپنایا۔ حالانکہ اس ایجنڈہ میں خود بہت نقائص ہیں۔ صحت، فضائی آلودگی، روزگار، انصاف اور قدرتی وسائل کی منصفانہ تقسیم جیسے بنیادی مقاصد چھوڑ دیئے گئے ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان آٹھ بڑوں کے اصل عزائم کیا ہیں؟

وہ مسئلہ جو ان آٹھ بڑوں کو درپیش ہے مگر ان آٹھ بڑوں نے جو مسئلے دوسروں کے لئے پیدا کئے ہیں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

ان آٹھ بڑوں میں سب سے اہم رول ظاہر ہے کہ امریکہ کا ہی تھا یہ دیکھا جانا ضروری ہے کہ دنیا کی ۸۵٪ آبادی کے بنیادی مسائل خوراک، صحت، تعلیم اور معاشی ترقی ان بڑی طاقتوں کے ایجنڈہ پر کیوں نہیں ہیں؟ آج دنیا کی تمام حکومتوں کی ترجیحات میں خوراک، صحت، تعلیم اور سماجی انصاف اہم ایجنڈہ ہے یا ہتھیاروں کی خرید و آمد اہم ایجنڈہ ہے؟ دنیا بھر میں کس طرح اقتصادی اور معاشی غیر برابری بڑھ رہی ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۹۰ء کے دہائی اقتصادی صورتحال میں بہتری کا فائدہ سماج کے بہت چھوٹے طبقہ کو ہوا، یہ کل آبادی ۲۰٪ اور اس میں بھی اصل فائدہ صرف ۱٪ لوگوں کو ہوا وسط درجہ (مڈل کلاس) کی اقتصادی حالت ٹھہری ہوئی ہے ۱۹۹۰ء کے بعد امریکی مزدوروں کی اوسط آمدنی میں ۱۴٪ آئی ہے، گلوبلائزیشن سے مٹھی بھر اب پتی لوگوں کو فائدہ ہوا ہے اور امیروں اور غریبوں کے درمیان فرق تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

۱۹۹۹ء کی U.N.D.P کی رپورٹ میں کہا گیا ہے ۲٪ سب سے غریب اور ۲۰٪ سب سے امیر کے بیچ آمدنی کا فرق ۱۸۲۰ء میں ۳.۱ کا ۱۹۱۳ء میں ۱۱.۱ ۱۹۷۰ء میں ۳۰.۱ ۱۹۹۰ء میں ۶۱.۱ ۱۹۹۷ء میں ۸۶.۱ تھا۔ ۱۹۹۷ء میں آبادی کا سب سے کم ۲۰ طبقہ دنیا کی کل مجموعی پیداوار کا ۸۶٪ حصہ پر قابض تھا۔ ۱۹۵۰ء میں عالمی پیداوار کے ۳۵٪ حصہ پر آج کے ترقی یافتہ ممالک قابض تھے۔ ۱۹۵۰ء میں ان کا قبضہ ۶۸٪ حصہ پر ہو گیا۔ ۱۸۵۰ء سے ۱۹۸۰ء کے درمیان ترقی یافتہ اور غریب ممالک کے درمیان ۲ فی کس آمدنی کا فرق ۱۰۰۰٪ (ایک ہزار فی صد) بڑھ گیا ہے ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۶ء کے دوران کھرب پتیوں کی تعداد ۱۵۷ سے بڑھ کر ۴۴۷ ہو کر دنیا کے دس سب سے زیادہ امیر لوگوں کی دولت سبھی کم سے کم ترقی یافتہ ممالک کی کل آمدنی سے ڈیڑھ گنا زیادہ سے۔ اکنامک ٹائمز ۱۱ دسمبر ۲۰۰۱ء۔

اس بھیانک معاشی نابرابری کی صورتحال کو پیدا کرنے میں جو جو ہتھکنڈے اور چالیں ان نام نہاد ممالک نے اپنائے ہیں اس کو بیان کرنے کے لئے دفتر کے دفتر کا کافی ہیں مگر ان میں سے اہم ترین سودی قرضہ غیر ضروری ترجیحات و فوجی طاقت کا استعمال سب کچھ شامل ہے غیر ضروری ترجیحات کی مثال یہ ہے کہ صحت تعلیم زراعت جیسے اہم شعبوں میں خرچ کم کیا جا رہا ہے جبکہ ہتھیاروں پر خرچہ بڑھایا جا رہا ہے۔

شریستی شمس سوراج کے مطابق اس وقت ہمارا صحت بچٹ سولہ ہزار کروڑ کا ہے جو مجموعی قومی پیداوار کا ۰.۹ (ایک سے بھی کم) ہے۔ اس کو ۲۰۱۰ء تک ۲٪ کرنا ہے۔ ہندوستان ٹائمز ۵ اگست۔

جبکہ مرکزی ہیلتھ سیکرٹری کا کہنا ہے کہ ”ہماری تمام ریاستوں میں صحت پر بہت کم ترجیح دی جا رہی ہے یہ کم ہو کر کل ریاستی خرچ کا ۳.۵٪ ہو گئی ہے جبکہ اسے ۷.۷٪ ہونا چاہیے تھا۔ بے ڈی آر پر شاد اور ٹائمز آف انڈیا۔

تعلیم پر ہمارا خرچہ ۳.۲٪ ہے جبکہ یہ کم سے کم ۶٪ فیصد ہونا چاہیے تھا۔ (للتا پائیکر Tol)

زراعت پر ہمارا خرچہ ۱.۳٪ ہے اس لئے ہمارا نمبر ۱۲۷ ہے۔

صحت اور تعلیم پر کم خرچ کرنے کے نتائج دنیا بھر میں ہمارے سامنے ہیں۔ ۲۷ جون کو خبر رساں ایجنسی ڈی پی اے کے مطابق ۲۰۱۶ء تک ترقی پذیر ممالک میں کینسر کے مریضوں کی تعداد دو گنی ہو کر ایک کروڑ تک پہنچ جائے گی۔ کینسر کے مریض غربت کی وجہ سے تھراپی بھی نہیں کرا سکیں گے دولت مند ممالک میں ہر ڈھائی لاکھ آدمیوں پر تھراپی کی ایک مشین ہے جبکہ غریب ممالک میں کئی لاکھ لوگوں پر ایک مشین ہے۔ انٹرنیشنل اٹاکم انرجی ایجنسی کے ڈائریکٹر محمد البرادی کہتے ہیں کہ کینسر کا بحران ہر سال تیزی سے شدت اختیار کرتا جا رہا ہے ترقی پذیر ممالک میں دنیا کی ۶ ارب آبادی کا ۸۵٪ حصہ رہتا ہے مگر ان ممالک میں صرف ۲۲۰۰ مشینیں ہیں مگر ترقی یافتہ ممالک کی ۱۵٪ آبادی کے لئے

۲۵۰۰ مشینیں ہیں ۶ کروڑ کی آبادی کے لئے ۲۰۰۰ مشینیں ہیں ۲۸ جون ۲۰۰۳ء

۲۷ جون کو ہی راسٹر کی خبر کے مطابق ترقی پذیر ممالک میں ہر سال ساٹھ لاکھ بچے ان امراض میں مر جاتے ہیں جو قابل علاج ہیں۔ بچوں کی ۱۶۰۰ موتیں ۶ ممالک ہندوستان، نائیجیریا، چین، پاکستان، کینیا اور اتھوپیا میں ہوئی ہیں ان بیماریوں میں دست نمونیا تغذیہ کی کمی اور ایڈس شامل ہے۔ عالمی صحت تنظیم کے ڈائریکٹر جنرل برائے کے مطابق ان ساٹھ لاکھ بچوں کی جانیں ہم بآسانی بچا سکتے ہیں اس رپورٹ کے مدیر چرچ ڈورٹن نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ کی بقاء ہمارے بچہ کا ضروری اخلاقی اور سیاسی مسئلہ ہے۔ بچوں کو ماں کا دودھ دے کر تغذیہ کو بہتر بنا کر ملیا سے بچا کر نیکہ لگا کر صاف پانی اور صفائی کے حالات بہتر بنا کر ان بیماریوں سے بچایا جاسکتا ہے، اندازہ لگایا گیا ہے کہ تمام ترقی پذیر اور غریب ممالک میں ان سہولیات کو بڑھانے کے لئے ۲۰۰۷ء تک سالانہ ۵۰ ارب ڈالر کی ضرورت ہوگی۔ یہ رقم اس رقم سے بھی کم ہے جو ترقی یافتہ ممالک سالانہ اپنے کتوں کی خوراک پر خرچ کرتے ہیں عراق پر حملہ کے لئے ۸۰ بلین ڈالر کا بجٹ رکھا گیا۔

بچوں کی بقاء کے لئے ۱۹۸۰ء میں جو رقم خرچ کی جاتی تھی وہ ۱۹۹۰ء کی دہائی میں ختم کر دی گئی۔ اردو اشویہ سہارا ۲۸ جون ۲۰۰۳ء

یہ عجیب بات نہیں ہے کہ یہ سارا خرچہ (صحت اور سماجی تحفظ کا) ہی کاٹ کر لڑائیوں کو لڑا جاتا ہے۔ اردو نہاتی رائے کے مطابق بش سرکار نے عراق جنگ کے لئے جو ۸۰ بلین ڈالر کا بجٹ پاس کرایا ہے اتنی ہی رقم کی کٹوتی صحت عامہ اور ٹیکسوں میں رعایت ختم کر کے خرچہ پورا کر لیا گیا یعنی جس رقم سے سماج کے کمزور طبقہ کو راحت پہنچ سکتی تھی وہ رقم ہتھیار بنانے والی کمپنیوں، وزارت دفاع کے اعلیٰ حکام اور وزراء کی جیبوں میں ڈال دی گئی۔ یہ ایک عام راز ہے کہ بش انتظامیہ میں ہتھیار تیل اور دوا بنانے والی کمپنیوں کا سب سے زیادہ اثر ہے۔ امریکہ اور وہاں کی اقتصادی صورت حال جس مندی کے دور سے گزر رہی ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل رپورٹ سے ہوتا ہے۔

”۷ ستمبر ۲۰۰۱ء (حملہ سے چار دن پہلے) امریکی سرکار نے رپورٹ میں بتایا سود کی شرح میں ساتویں بار کٹوتی سرکاری خرچ میں بھاری بھر کم بڑھوتری اور ٹیکسوں میں بھاری چھوٹ کے باوجود دوسری سہ ماہی کے دوران مجموعی قومی پیداوار کی ترقی کی شرح ۲٪ رہ گئی۔ صرف تعمیراتی سیکٹر میں ہی آٹھ لاکھ روزگار ختم ہو گئے۔ ایک ماہ پہلے کے مقابلے بے روزگاری کی شرح ۵.۵٪ بڑھ کر ۹.۴٪ ہو گئی“

اقتصادی بحران جنگ اور انقلاب لگا تار مندی بے روزگاری اور عوامی بیزاری سے باہر نکلنے کے لئے امریکی حکمرانوں نے جنگ کا سہارا لیا تاکہ حکمرانوں کے مفادات بھی پورے ہوں سماجی انتشار سے چھٹکارا ملے اور بین الاقوامی سیاسی عزائم بھی پورے ہوں، ہتھیاروں کی فروخت کے ذریعہ ٹھہراؤ کی حالت میں آئے بازاروں میں اچھال لاکر اقتصادی بحران پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

اسی لئے اس کو ایک طرح کا انویسٹمنٹ کہتے ہیں۔ اس کے ذریعہ سرمایہ دار طبقہ بحران سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ امریکی کانگریس کی ایک رپورٹ نیویارک ٹائمز میں شائع ہوئی جس کے مطابق ۲۰۰۰ء کے دوران ہتھیاروں کی فروخت ۸۶٪ بڑھ کر چالیس بلین ڈالر ہو گئی اس میں امریکہ کا حصہ ۱۸.۶٪ بلین ڈالر یعنی تقریباً آدھا تھا امریکی برطانوی حکومت کے ہمنوا اخبار دی ایکناسٹ نے ۱۱ ستمبر کے اپنے ایک مضمون میں کہا کہ ”جنگ اپنے آپ میں کوئی بری بات نہیں ہے“ خاص طور سے مندی کے دور میں ۲۹/۲۲ ستمبر کی اشاعت میں لکھا ”جنگ کا انعام“ سرکاری خرچ میں اچھال آتا ہے سب جانتے ہیں کہ دوسری جنگ عظیم نے عظیم عالمی مندی کے اتار چڑھاؤ بھی ختم کر دیئے۔ کوریائی اور ویتنامی جنگ نے بھی بازار میں اچھال پیدا کیا تھا۔ امریکہ میں ہوائی اڈوں کی حفاظت سرحدوں پر حفاظت اور ملٹری تیاروں کا بھی ایسا اثر ہو سکتا ہے۔

امریکی سرکار نے دنیا بھر کی کٹوتیوں گھائیوں کے دوران ہی ابھی تک کا سب سے بڑا ملٹری خریداری کا آرڈر امریکی کمپنی لاک ہیڈ مارٹن کو جدید ترین لڑاکو طیاروں کا دیا جس کی قیمت ۳۰۰ بلین ڈالر یعنی امریکہ کے کل دفاعی بجٹ کے برابر کا آرڈر دیا۔ ان کی سپلائی ۲۰۰۶ء میں شروع ہوگی اس لئے یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس وقت امریکی شیئر بازار میں سب سے اچھا کاروبار ملٹری صنعتی زمرے میں ہو رہا ہے۔ (اقتصادی بحران جنگ اور انقلاب ص ۲۰) کیا اس نسخہ نے کام کیا؟ جواب ہے ہاں کیا اور مندرجہ ذیل اعداد و شمار جو اسٹاک ہوم میں قائم بین الاقوامی ریسرچ فاؤنڈیشن برائے امن (سپیری) نے جاری کئے اس پر کھلی گواہی دے رہے ہیں۔

۱۹۹۸ء سے دفاعی اخراجات ۶٪ بڑھ کر ۹۳۷ ارب ڈالر پہنچ گئے ہیں یہ رقم تمام دنیا کی مجموعی پیداوار کا ۲.۵٪ ہے یہ خرچ فی کس ۱۲۸ ڈالر بنتا ہے۔ ادارہ کے مطابق سرد جنگ کے مقابلہ یہ خرچہ ۱۳٪ سے زیادہ ہے اس اضافہ کا دسواں اکیسواں امریکہ کے حصہ میں گیا ہے آج حالت یہ ہے کہ پوری دنیا جتنا کل ملا کر اپنے دفاع پر خرچ کر رہی ہے امریکہ اکیلا اس کا ۳۳٪ خرچ کر رہا ہے۔ سپیری کے مطابق دفاع پر سب سے زیادہ خرچ کرنے والوں میں امریکہ کے علاوہ جاپان، برطانیہ، فرانس اور چین شامل ہیں۔ ان پانچ ممالک کا خرچ پوری دنیا کے دفاعی بجٹ کا ۶۵٪ ہے۔ جنسیاں ۱۷ جون ۲۰۰۳ء بحوالہ شائعس

کل ملا کر ان حقائق اور اعداد و شمار کی روشنی میں جو معاملہ بنتا ہے وہ یہ کہ امریکہ اپنی غلط اقتصادی پالیسیوں کے اندرونی بگاڑ کی وجہ سے جس مندی کا شکار ہوا اس کے لئے انہیں یہ راستہ نظر آ رہا ہے کہ دنیا بھر میں جنگ بھڑکاؤ ہتھیاروں کی مانگ بڑھاؤ تو ہمارے ملک میں ہتھیاروں کی پیداوار بڑھے گی۔ بیروزگاری دور ہوگی دنیا میں رتبہ بنے گا مارکیٹ پر قبضہ ہوگا اپنی تہذیب کا غلبہ ہوگا اور آج یہی سب کچھ ہو رہا ہے۔ جھگڑے پیدا کرو پڑنے جھگڑوں کو ہوا داور دونوں فریقوں کو ہتھیار دے۔ یہ تہذیبی اور سیاسی مصلحتیں ہیں۔

میں اپنی تہذیب کے خریدار بڑھاتی ہے اپنے بناؤ سنگھار میک اپ کے مصنوعات کو مدد دیتی ہے اس طرح ہتھیاروں کی کھپ بڑھانے اور پیدا کرنے کے لئے خوبصورت عنوانات کے تحت مختلف ممالک میں جھگڑا پیدا کر کے انہیں لڑاتی ہے اور دونوں فریقوں کو ہتھیار سپلائی کرتی ہے انسانوں کا خون بہتا ہے بچے یتیم ہوتے ہیں عورتیں بیوہ ہوتی ہیں۔ بوڑھے بے سہارا ہوتے ہیں کھیت بارود کا قبرستان بن جاتے ہیں باغات میں سیسہ اور بارود کی کھاد ڈالی جاتی ہے اور یہی ”سردار عالم“ انسانی آزادی، انسانی ترقی، جمہوریت اور محفوظ دنیا کا ٹھیکیدار بھی بن جاتا ہے اور جس طرح گلی محلہ کے دادا کے ساتھ کچھ حوالی موالی ساتھ ہو لیتے ہیں اسی طرح یہاں بھی ہو رہا ہے یکساں مفاد رکھنے والے ظالم حکمران اور معاشرہ یکساں طریقہ پر چل کر انسانی تہذیب کو پھر سے غلامی کے دور کی طرف لے جانا چاہتے ہیں مگر یہ انسانی بربادی ہوگی انسانی ترقی اور آزادی کے نام پر۔ یہی اس ساری سازش کی سب سے تلخ حقیقت ہے اس عیاری اور مکاری کو دنیا بھر کی عوام جلد سمجھ لے انسانیت کے لئے اتنا ہی بہتر ہے۔

WTO اور دیگر بین الاقوامی مالی اداروں کے اجلاس کے مقامات پر ہونے والے جلسہ اور مظاہرہ، نیز عراق پر ہوئی لوٹ مار کے خلاف دنیا کے کونے کونے میں خصوصاً یورپ اور امریکہ میں بڑے پیمانے پر ہونے والے عوامی مظاہرے انسانیت کے لئے نیک شگون ہیں ان اعداد و شمار سے کیا یہ حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ جہاد کی تجارت کرنے والے اصلی جہادی کون ہیں؟

بقیہ صفحہ نمبر ۱ سے

اور عقلی جبہ بخیل کی دوری کی یہ ہے کہ جب اس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کے خزانے دے دیے ہیں اور وہ اسے امور خیر میں اور مخلوق خدا پر خرچ نہیں کرتا تو عموماً لوگوں کو اس سے نفرت ہوتی ہے کہ ایک موقع پر مال لگانے کی ضرورت ہے اور عام لوگ چونکہ خود ضرورت مند اور محتاج ہوتے ہیں لیکن ایک مالدار شخص جس کے صدقہ و خیرات سے مسلمانوں کی وہ عام ضرورت یا خاص ضرورت پوری ہو سکتی ہے لیکن یہ بخیل اس میں مال نہیں لگاتا تو لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

و الجاہل السخی أحب الی اللہ من عابد بخیل: یعنی وہ جاہل آدمی جو کہ بخی ہو اللہ تعالیٰ کو اس عابد سے زیادہ محبوب ہے جو کہ بخیل ہو اور عابد چونکہ جاہل کے مقابلے میں ذکر ہے لہذا امر اس سے عالم ہے پس جبکہ علم کے باوجود اس کا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ ہو اور مخلوق خدا کے ساتھ احسان کا جذبہ پیدا نہ ہو تو اس عالم سے وہ جاہل بخی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ناکیلے امور خیر میں مال لگاتا ہے اور مخلوق خدا کے